بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز — مروجہ طریق انتخاب، سرمایہ دارانہ جمہوریت کا تحفظ ہے

ہر شخص جو کچھ بھی عقل و بصیرت رکھتا ہے ملک کے سیاسی حالات، سابقہ حکمرانوں کے کرتوت، سیاستدانوں کے اعمال اور سیاسی نظام کی ابتری کے پیش نظر وہ اس بات کو بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ ملک کے سیاسی نظام میں تغیر لازمی ہو گیا تھا اور اب کے انتخابات کے نتیجہ میں رونما ہونے والے تغیر کو روکنا بھی کسی انسانی طاقت کے بس میں نہیں ہے اسی لیئے کہ وہ فطرت کے ناگزیر تقاضوں میں سے ایک ہے اور دنیا کے ہر شعبہ زندگی کی طرح سیاسی نظام میں بھی اس کا آنا لازمات میں سے ہے۔

آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کا اصل فائدہ یہ ہے کہ وہ فطرت کے اسی تقاضے کو ایک پُرامن اور معقول راستہ فراہم کر دیتے ہیں جس میں وہ بغیر کسی الٹ پلٹ اور اکھاڑ پچھاڑ کے ایک غیر مقبول نظام کی جگہ دوسرا نسبتہً زیادہ مقبول نظام لے آتے ہیں اور ملک کے ارتقاء میں کوئی فساد انگیز خلل برپا نہیں ہونے پاتا اگر یہ راستہ کھلا نہ ہو تو فطرت اپنے تقاضوں کی تکمیل کے لیے پھر انقلاب کے وہ راستے کھولتی ہے جس سے بادشاہوں اور مطلق العنان حکمرانوں کے تختے الٹتے رہتے ہیں اور آج بھی الٹ رہے ہیں اور جن کی بدولت قوموں کے مزاج بسا اوقات ایسے بگڑتے ہیں کہ مدیوں تک سنبھلنے نہیں پاتے۔ منصفانہ انتخابات ہمیں اس پُرخطر راستے پر جانے سے بچا لیتے ہیں لیکن ان کا یہ حقیقی فائدہ ہم کو صرف اس صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب کہ ہمارے ہاں انتخابات بالکل ایمانداری کے ساتھ آزادانہ فضا میں ہوں قوم کے ہر عنصر کو یکساں اور پورا موقع حاصل ہو کہ وہ اپنے خیالات اور پروگرام عوام الناس کے سامنے پیش کرے عوام الناس کو بے لاگ طریقے سے یہ موقع دیا جائے کہ وہ ہر ایک کی بات سنیں سمجھیں اور خود فیصلہ کریں کہ کس کا پروگرام ان کے نزدیک درست اور مفید ہے پھر جو شخص جس کے بارے میں اپنا ووٹ استعمال کرنا چاہے کسی دباؤ کے بغیر آزادی سے استعمال کرے۔

مروجہ سیاسی نظام کی ابتری اور بار بار کے انتخابات کے باوجود نظام حکومت کے اضمحلال اور عدم استحکام اور تمام خرابیوں کا بنیادی سبب یہاں کے طریق انتخاب کی خرابی ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ انتخابات کا موسم آ گیا ہے تو منصب و جاہ کے خواہشمند لوگ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور دوڑ دھوپ کر کے یا تو کسی پارٹی

کا ٹکٹ حاصل کر لیا ہے یا آزاد امیدوار کی حیثیت سے اپنے لیے کوششیں شروع کر دی ہیں اس کوشش میں وہ کسی اخلاق اور کسی ضابطے کے پابند نہیں، کسی جھوٹ، کسی فریب، کسی چال، کسی دباؤ اور کسی ناجائز ہتھکنڈے کے استعمال میں بھی ان کو دریغ نہیں ہو رہا۔ جسے لالچ دیا جا سکتا ہے اس کا ووٹ لالچ سے خرید رہے ہیں جسے دھمکی سے مرعوب کیا جا سکتا ہے اسے مرعوب کر کے ووٹ حاصل کرتے ہیں جسے دھوکہ دیا جا سکتا ہے اس کا ووٹ دھوکہ سے حاصل کرتے ہیں جس سے کسی تعصب سے اپیل کرنا ممکن ہے۔ اس کا ووٹ تعصب کے نام پر مانگتے ہیں اس گندے کھیل میں قوم کے شریف عناصر کیسے ٹک سکتے ہیں کہ میدان میں وہی لوگ آگے ہیں جنہیں نہ تو خدا کا خوف ہے نہ خلق کی شرم۔

ہر شخص جو کچھ بھی عقل رکھتا ہے ان حالات کو دیکھ کر خود یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ جب تک یہ طریق انتخاب جاری ہے کبھی قوم کے شریف اور نیک اور ایماندار آدمیوں کے ابھرنے کا امکان بھی نہیں ہے اسی طریق انتخاب کا تو مزاج ہی ایسا ہے کہ قوم کے بد سے بدتر عناصر چھٹ کر سطح پر آئیں اور جس بداخلاقی اور بدکرداری سے وہ انتخاب جیتتے ہیں اسی کی بنیاد پر وہ ملک کا نظام چلائیں ہماری رائے میں اسی طریق انتخاب کو بدلا جائے اور اس کی جگہ ایک بہتر طریقے کو رواج دیا جائے ورنہ نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات ہوں گے۔

آنے والے انتخابات کا جائزہ لینے کے لیے یہ پہلے ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اس نظام کا اصل جوہر کیا ہے ایک نظام اگر اپنے اندر کوئی افادیت رکھتا ہے تو وہ صرف اس صورت میں موجود رہتی ہے جب کہ اس کا اصل جوہر محفوظ ہو انتخابات کا اصل جوہر یہ ہے کہ ایک تو حکومت عوام کی معتمد علیہ ہو کار پردازانِ حکومت عوام کے حقیقی نمائندے ہوں جب تک رائے عام کی حمایت ان کو حاصل رہے وہ مناصب پر قائم رہیں اور جب عوام کا اعتماد کھو بیٹھیں تو وہ فوراً سبکدوش ہو جائیں۔ یہ جوہر جب تک کسی نظام میں محفوظ ہو وہ ایک جمہوری نظام ہے اور انسانی ترقی کے لیے اس کے مفید ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا لیکن اگر یہ جوہر کسی طریقہ سے ضائع کر دیا جائے تو نظام کی دستوری ساخت ایسی ہو یا اس کے عملی طریق کار میں ایسے خلل موجود ہوں کہ یہ جوہر کام نہ کر سکے تو پھر چاہے ایک نظام کا ظاہری ڈھانچہ کتنا ہی جمہوریت نما کیوں نہ ہو دستور میں کیسی ہی مرعوب کن دفعات کیوں نہ موجود ہوں اور پارلیمنٹ اور اس کے انتخابات کا ڈرامہ کتنے ہی خوشنما طریقے سے کیوں نہ کھیلا جا رہا ہے، انتخابات انتخابات نہیں رہتے اور اس سے جن فوائد کی توقع کی جا سکتی ہے ان میں سے کوئی بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

بددیانتی، دجل و فریب، منافقت اور مفاد پرستی اس جوہر کو کس طرح برباد کر دیتی ہے اس کا کھلم کھلا

اظہار سرمایہ داروں کے ہتھکنڈوں، ان کے تابع فرمان اخبارات، جھوٹے پروپیگنڈے کی ٹیکنیک اور دوسرے منفی اور متشدد طریق کار سے ہو رہا ہے۔

ہم کھلے آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ "سرمایہ دارانہ جمہوریت" فرد کی آزادی کا ڈھول خوب پیٹتی ہے مگر یہ آزادی فی الحقیقت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ فرد سرمایہ دار طبقہ کے مفاد کے خلاف کوئی جنبش نہ کرے ورنہ پھر جمہوریت فاشزم کی سطح پر آ کھڑی ہوتی ہے۔

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ زندگی کے موجودہ بگاڑ کو دور کرنے کی کوئی تدبیر بھی کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ اصلاح کی دوسری کوششوں کے ساتھ نظام حکومت کو درست کرنے کی کوشش بھی نہ کی جائے اس لیے کہ تعلیم اور قانون اور نظم و نسق اور تقسیم رزق کی طاقتوں کے بل پر جو بگاڑ اپنے اثرات پھیلا رہا ہو اس کے مقابلہ میں بناؤ اور سنوار کی وہ تدبیریں جو صرف وعظ اور تلقین اور تبلیغ کے ذرائع پر منحصر ہوں کبھی کارگر نہیں ہو سکتیں لہذا اگر دینی قوتیں بھی فی الواقع اپنے ملک کے نظامِ زندگی کو فسق و ضلالت کی راہ سے ہٹا کر دینِ حق کی صراطِ مستقیم پر چلانا چاہتی ہیں تو ان کے لیے ناگزیر ہے کہ بگاڑ کو مسندِ اقتدار سے ہٹانے اور "بناؤ" کو اس کی جگہ متمکن کرنے کی براہِ راست کوشش کریں ظاہر ہے کہ اگر اہلِ خیر و اصلاح کے ہاتھ میں اقتدار ہو تو وہ تعلیم اور قانون اور نظم و نسق کی پالیسی کو تبدیل کر کے چند سال کے اندر وہ کچھ کر ڈالیں گے جو غیر سیاسی تدبیروں سے ایک صدی میں بھی نہیں ہو سکتا۔

یہ تبدیلی کس طرح ہو سکتی ہے ایک جمہوری نظام میں اس کا راستہ صرف ایک ہے اور وہ ہے انتخابی جدوجہد رائے عام کی تربیت کی جائے عوام الناس کے معیارِ انتخاب کو بدلا جائے انتخاب کے طریقوں کی اصلاح کی جائے اور پھر ایسے صالح لوگوں کو اقتدار کے مقام پر پہنچایا جائے جو ملک کے نظام کو خالص اسلامی بنیادوں پر تعمیر کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہوں اور قابلیت بھی — ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہمارا یہ مطالبہ صدا بصحرا ثابت ہوگا اربابِ بست و کشاد کب اس پر توجہ دیتے ہیں تاہم احقاقِ حق اور اپنے فریضۂ منصبی کے پیشِ نظر کامیاب مستقبل کے نشانِ راہ بتا دیئے ہیں تاہم ایسے حالات میں بھی اگر امیدواروں کے علمی اور دینی تشخص کو ملحوظ رکھا گیا تب بھی نتائج نسبتۃً حوصلہ افزا ہو سکتے ہیں۔

(عبدالقیوم حقانی)